حضرت مولانا اکبرآبادیؒ، حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحؒ اور حضرت مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ تینوں بڑے گہرے دوست اور ندوۃ المصنفین کے بانی تھے، یہ عجب اتفاق ہے کہ ان تینوں بزرگوں کا انتقال مرض سرطان سے ہوا۔

حضرت مفتی عتیق الرحمٰن عثمانیؒ کی وفات کے بعد مولانا سعید احمد اکبرآبادی رحؒ ہمارا واحد سہارا تھے اور مفتی صاحب انھیں ندوۃ المصنفین کا نگراں بنا گئے تھے، افسوس کہ انھیں ایک سال سے زیادہ عرصہ اس عظیم ادارے کی نگرانی کا نہ ملا۔ مولانا اکبرآبادی مرحوم ہمارے ساتھ ماہانہ برُھان، ندوۃ المصنفین اور شیخ الہندؒ اکادمی دیوبند کو بھی یتیم کر گئے ہیں۔ ان کا نعم البدل تو کیا بدل ملنا بھی دشوار ہے۔

مولانا سعید احمد اکبرآبادی اپنی ذات میں ایک انجمن بلکہ ایک ادارہ تھے۔ مرحوم مشرقی اور مغربی علوم کے جامع تھے اور دینی حلقوں اور انگریزی داں طبقوں میں یکساں مقبول تھے۔ ڈاکٹر سلمان ندوی خلف الرشید حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ فرماتے ہیں کہ "مولانا اکبرآبادی" ندوی القلم والذہن" تھے اور ان کا علمی مقام اتنا اونچا تھا کہ بہتوں کا طائر خیال بھی وہاں نہیں پہنچ سکتا۔ انھیں مسلم نوجوانوں کے جدید مسائل سے وہی آگہی تھی جو قدیم علوم سے تھی۔ ان کا انتقال ہم سب کے لئے ذاتی حادثہ تو ہے ہی مگر مسلمانانِ ہند وپاک کے لئے سخت علمی حادثہ بھی ہے اور جو جگہ خالی ہوئی ہے وہ بھرے گی نہیں"۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن ندوی نے بھی ایسے ہی خیالات کا اظہار فرمایا ہے کہ "ایک ایسا خلا ہوگیا جس کا پُر ہونا آسان نہیں معلوم ہوتا"۔

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ماہانہ "حکمتِ قرآن" میں ایک تعزیتی نوٹ میں تحریر فرمایا ہے کہ مولانا کی تدفین دار العلوم کورنگی کے قبرستان میں ہوئی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کُل روئے زمین کی مسجدوں کو خانہ کعبہ کی بیٹیاں قرار دیا ہے اس

پر قیاس کیا جائے تو دارالعلوم کورنگی بھی دارالعلوم دیوبند کی بیٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ لہٰذا وہاں مولانا کی تدفین اس کے مترادف ہے کہ گویا دارالعلوم دیوبند کی ایک بیٹی نے اپنی مادر علمی کے ایک فرزند کو اپنی محبت بھری گود میں لے لیا اور اس طرح ع

پہنچی وہیں یہ خاک جہاں کا خمیر تھا

والی بات پوری ہوگئی۔

مولانا اکبرآبادی کی وفات سے ہمیں جو گھاؤ لگا ہے اُسے تو مندمل ہوتے ہوئے بڑا وقت لگے گا لیکن جس کام کا آغاز انھوں نے حضرت مفتی صاحبؒ اور مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ کے ساتھ مل کر کیا تھا، اُسے ہر قیمت پر جاری رکھنا ہے۔ ندوۃ المصنفین اور ماہنامہ بُرہان میرے اور برادم عمید الرحمٰن عثمانی کے بزرگوں کی یادگاریں ہیں، ہم نے محض اللہ کے آسرے پر اس بات کا عزم کیا ہے کہ ہم اپنے بزرگوں کے مشن کو جاری رکھیں گے اور کسی طرح بھی ندوۃ المصنفین اور بُرہان کا معیار گرنے نہیں دیں گے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ ہمارے ساتھ مکمل تعاون فرمائیں اور بارگاہِ ایزدی میں دعا بھی کریں کہ خدا تعالیٰ ہمیں اپنے ارادوں میں کامیاب کرے۔

تعزیتی جلسہ

پچھلے دنوں ادارہ ندوۃ المصنفین دلّی میں حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ ایڈیٹر بُرہان دلّی کے سلسلے میں ایک تعزیتی جلسہ کیا گیا جس میں شہر کے اطراف کی معزز اور اہم شخصیتوں نے شرکت کی اور مجھ سے اظہارِ غم کرتے ہوئے تسلی اور صبر و تلقین کی دعا کی۔

منیجر عمید الرحمٰن عثمانی، رسالہ بُرہان دہلی

تنقیدِ صحتِ الفاظ

از:- مولانا حفیظ الرحمان واصف

قسط نمبر ۲

بعد میں دو تصرف ہوئے یعنی رے مشدّد سے مخفف ہوگئی اور ہائے مختفی مبدل بالف ہوگئی اب تیسرے تصرف یعنی ذال کو زے سے تبدیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں پس ذرا کو زرا لکھنا غلط ہے۔ اب رہی اس کی تانیث۔ تو آپ نہ مانیے لیکن بیگمات دہلی مؤنث کے لئے اس کو بہ تانیث بولتی ہیں: راقم الحروف کی استانی محترمہ (اہلیہ نواب سراج الدین احمد خاں سائل) کی زبان سے سننے کے بعد شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ذری دیر ٹھہر جاؤ ذری سی چائے پی لے وغیرہ

مردوں کی زبان سے یہ لفظ کم سننے میں آتا ہے لیکن بالکل انکار بھی نہیں کیا جاسکتا۔ دیکھیے۔

درِ کار اجل کی دست درازی ذری سی ہے — اُٹھنے میں عمر کے رہی بازی ذری سی ہے
کبھی لب پر جو ہنسی اپنے ذری آتی ہے — ساتھ ہی آنکھوں میں گریہ سے تری آتی ہے

(ظفر دیوان دوم مطبوعہ نولکشور صفحہ ۱۸۶ و صفحہ ۱۸۷)

ہمشیرہ۔ ہائے مختفی بہن کے معنی میں عام ہوچکا ہے بدلنے کی کوئی ضرورت نہیں

فرماتے ہیں: "الفاظ ذیل میں تشدید نہیں ہے"۔

ردّہ ۔ فارسی میں بتخفیف ہے اردو میں بہ تشدید دال فصیح ہے ممکن ہے کہ دراصل یہ عربی سے ماخوذ ہو۔ عربی میں ردّہ بکسر اوّل و دال مشدد کے معنی مرّۃً بعد مرّۃٍ (یعنی ایک دفعہ کے بعد دوسری دفعہ) بھی ہیں۔ دیوار کی چنائی میں ہاتھ بار بار حرکت کرتا ہے یا ایک کے بعد دوسرا ردّہ رکھا جاتا ہے۔ بہرحال اردو میں بلا تشدید غیر فصیح اور اجنبی لفظ ہے۔

ہتھّے ۔ بہ تشدید جیم فصیح ہے۔ بہ تخفیف نامانوس اور غیر فصیح۔

عنوان نمبر ۸

فرماتے ہیں: "غلط لکھے جانے والے الفاظ"۔

فاضل مصنف کے خیال میں لفظ اللہ کا رسم الخط جو عام طور پر رائج ہے غلط اور اصول خطاطی کے خلاف ہے خطاطی کے اصول اور قواعد و ضوابط کی پابندی کا اسی لفظ میں خیال آیا ہے۔ اور اسی پر سارا زور صرف کر دیا ہے اور اس نعمتِ عظمیٰ پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا گیا ہے کہ پاکستان میں اب اس لفظ کو صحیح اور قاعدے کے مطابق لکھا جا رہا ہے یعنی خوش نصیب مستحق ثواب عظیم اور اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ جنھوں نے یہ دانشمندانہ تبدیلی قبول کرلی ہے تبدیل شدہ صورت یہ ہے۔ اللّٰہ، ایک الف کے بعد دو برابر کے چار چار قط کے لام کھڑے ہوئے ہوں ایک لام خاموش دوسرا مشدد

واصف عرض کرتا ہے کہ اگر آپ اس لفظ کے مروجہ رسم الخط کو خلافِ قاعدہ سمجھتے ہیں تو ایسی بہت سی بے قاعدگیاں ہیں جن کی اصلاح کی ضرورت ہے اور خود آپ جناب کی کتاب میں بہت سے بے قاعدگیاں ہیں سکاف الف کا جو ٹ صدیوں سے غلط لکھا جا رہا ہے اس کو سیدھا کرنے کی ضرورت ہے یوں لکھیے: کا۔ کل۔ ازنکا۔ ب۔ جنکار۔ گلاب اور دیکھیے "دال" اور "رے" کی شکلیں مختلف ہیں۔ جب آپ بد، صد، حد لکھتے ہیں تو ب۔ ص۔ ح کے ساتھ (ر) کو لگا دیتے ہیں اور نیچے سے کو بھگاتے ہیں یہ دال زیر ید کیوں جناب کیا یہاں اصلی قاعدہ اور اصل شکل و صورت کو

واپس لانے کی ضرورت نہیں؟ سوچ سمجھ کر جواب دیجیے۔

اور دیکھیے قاف (ق) اور فے (ف) کے سر حلقے کی صورت کے نہیں ہیں۔ آپ جب حق، قدر، فخر، فدا لکھتے ہیں تو قاف اور فے کے سر بغیر حلقے کے لکھتے ہیں اور جب حقیقت اور خفیف لکھتے ہیں تو حلقے کی صورت میں لکھتے ہیں یہ بے قاعدہ اور غیر منطقی حرکت کا ارتکاب کیوں ہے؟

غ کا سر تو چراغ میں اپنی اصلی صورت میں ہے، چغد میں یہ بے قاعدہ تبدیلی کیوں؟

ب، ن، ی، ان حروف کی شکلیں مختلف ہیں لیکن جب آپ باد، ناز، یاد لکھتے ہیں تو سر کی ایک ہی شکل بناتے ہیں۔ یہ منطق کے خلاف ہے یا نہیں؟

خوب سوچ کر جواب دیجیے۔ غصہ نہ کیجیے۔ کیا ایسی بے قاعدگیوں کو قاعدہ میں لانے کی ضرورت نہیں ہے؟ تفصیل وار نمبر وار ہر ایک کا جواب دیجیے۔

لفظ اللہ میں آپ نے تبدیلی تو کی ہے لیکن پھر بھی کسر رہ گئی۔ صحیح تر صورت یہ ہے:۔
اَلْلَاہُ۔ اَللّٰاہ۔ یہ کونسی منطق ہے کہ ایک لام کو خاموش اور دوسرے کو مشدد قرار دیا جائے دو لام مکتوب ہیں تشدید کی ضرورت کیا ہے؟ اور کھڑا زیر اُردو میں کوئی چیز نہیں۔ فرمایئے:۔ یہ تجویز پسند ہے یا نہیں؟

(لفظ اللہ کے رسم الخط پر کتاب ادبی بھول بھلیاں میں بھی لکھا جا چکا ہے)

بالمقطع۔ بفتح میم صحیح ہے۔

داؤں۔ یہ فارسی لفظ ہے۔ اس میں نون غنہ نہیں ہے۔ اُردو میں بھی بغیر نون غنہ بولا جاتا ہے جس طرح ناؤ (بمعنی کشتی) فارسی لفظ ہے اور بغیر نون غنہ کے ہے۔

پاؤں، چھاؤں، گاؤں۔ ان کا املا مرزا غالب کا اختیار کیا ہوا پسند کرتا ہوں "پانو"۔ اس پر مفصل بحث کتاب ادبی بھول بھلیاں میں ملاحظہ ہو۔

توتا۔ تنبو۔ اینٹھا۔ دیکھو ادبی بھول بھلیاں۔ ص ۱۰۰

سافا۔ پگڑی، عمامہ۔ فاضل مصنف کہتے ہیں اس میں صاد نہیں ہے مگر وجہ نہیں بتائی۔

لغت میں یہ لفظ ملا نہیں۔ میرے خیال میں سافہ اور صافہ دو الگ الگ لفظ ہیں۔
طبی اصطلاح میں ایک لفظ ہے "شیاف" اس کے معنی ہیں وہ کپڑے کی بتی جس میں دوا لگا کر اندر رکھی جاتی ہے نیز شیر خوار بچوں کو جب قبض ہو جاتا ہے تو ایک بتی بنا کر اس میں صابون یا گلیسرین لگا کر بچے کی مقعد میں رکھتے ہیں۔ اس کو سافا دینا کہتے ہیں۔ یہ شیاف کا ہی بگڑا ہوا تلفظ ہے۔ دوسرا لفظ ہے صافہ اگر اس کے معنی ہوں پگڑی یا منڈاسا تو میرے خیال میں یہ صوف (بمعنی اون) سے بے قاعدہ مشتق ہو گیا ہوگا پہلے سر پر باندھنے کے اونی رومال یا مفلر کو کہتے ہوں گے پھر پگڑی کو کہنے لگے اور اگر اس کے معنی ہوں فاقہ، تو اس کی اصل صاف یا صفا ہو سکتی ہے۔ (واضح ہو کہ صاف (جوف واوی اور صاف ناقص واوی ہے) بہر حال شیاف کے معنی میں سافا کو سین سے اور پگڑی اور فاقہ کے معنی میں صافہ (صاد سے) لکھنا چاہیے۔

سہ- سہنا کا فعل امر کہتے ہیں کہ دو (ہ) نہیں یعنی سہہ کو فاضل مصنف نے غلط قرار دیا ہے مگر یہاں شاید سہو ہو گیا۔ بہہ (بہنا سے) کہہ (کہنا سے) یہ دو لفظ بھی تو اسی قبیل سے ہیں متقدمین کے تجویز کردہ املا میں التباس و اشتباہ سے بچنے کو بڑی اہمیت حاصل تھی سہنا کے فعل امر کو "سہہ" دو (ہ) سے اس لئے لکھتے تھے کہ سہ بمعنی تین سے التباس نہ ہو کہنا کے فعل کو کہہ لکھتے تھے تاکہ کاف بیانیہ اور کہ بمعنی کمتر وحقیر سے دھوکا نہ ہو بہنا کے فعل کو بہہ اس لئے لکھتے تھے کہ بہ بمعنی اچھا اور حرف جار سے التباس نہ ہو پس یہ املا صحیح ہے متعارف ہے۔ تبدیلی کی کوئی ضرورت نہیں۔

غبارہ- بروزن شمارہ غبار عربی لفظ ہے بمعنی باریک گرد۔ غبارہ ہر ایک قسم کے پھُکنے کو کہتے ہیں اس میں گیس ہو یا نہ ہو۔ اردو میں "ہ" سے لکھتے ہیں۔ یہ عام اور مانوس املا ہے۔ اس کو الف سے غبارا کیوں لکھا جائے ہ سے لکھنے میں کیا نقصان ہے؟ عنوان نمبر ۹ کے تحت بھی دیکھو۔

کوآں - اس کا مشہور و متعارف املا (کاف کے بعد) نون غنہ کے ساتھ ہے - کنواں۔
اس میں تبدیلی کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے؟ وجہ بتائی جائے۔

قتلہ - کہتے ہیں ہ سے نہیں، الف سے لکھو اس کی اصل کیا ہے، یہ نہیں بتایا۔

اس کے مرادف ہندی میں ٹوک (بواو معروف) اور پھانک فارسی میں پارچہ، بُرش، لخت وغیرہ - ترکی میں قاش - اردو میں بھی قاش کو پھانک کہتے ہیں جیسے کھیرے ککڑی یا خربوزہ، تربوز کی کاٹی جاتی ہے اور گول ٹکڑے کو قتلہ کہتے ہیں جیسے امرود، مولی، گاجر کے قتلے کہلاتے ہیں - اگر یہ لفظ قتل سے ماخوذ ہے تو عربی میں تو اس معنی میں نہیں آتا اس کے بجائے قطعۃ آتا ہے - ہندوستانی عربی دانوں نے "تائے مرۃ" یا تائے وحدۃ لگاکر بقاعدہ عربی بنالیا ہوگا - عربی میں ۃ وحدت کے لئے لگائی جاتی ہے جیسے ثمرٌ پھل، ثمرۃٌ ایک پھل - شحم چربی شحمۃٌ چربی کا ایک ٹکڑا اور مرۃ کے لئے بھی آتی ہے جیسے نظرٌ دیکھنا، نظرۃٌ ایک نظر، نفخٌ پھونکنا نفخۃٌ ایک دفعہ کی پھونک - اگر اسی طرح ہے تو ۃ کو الف سے بدلنے کا کوئی جواز نہیں۔

ایک لفظ عربی لغت میں قِتلۃٌ بکسر اول آتا ہے - اس میں ۃ برائے نوع آئی ہے یعنی قتل کی کوئی خاص قسم یا طریقہ میرے خیال میں اردو والوں نے اسی میں تصرف کرکے بفتح اول کرلیا ہوگا۔

ایک عربی لغت ہے کتالٌ بفتح اول، اس کے معنی ہیں گوشت کا ٹکڑا اور کتلہ بضم اول گوشت کا یا منجمد مٹی کا ٹکڑا (المنجد ستائیسواں ایڈیشن) ممکن ہے اسی کو بگاڑ کر قتلہ بنالیا ہو - بہرحال قتلہ کی ہائے مختفی کو الف سے بدلنے کی کوئی وجہ نہیں۔

کھجلانا - کہتے ہیں بغیر لام کے صحیح نہیں ہے۔
نہ ہی، مگر متروک اور غیر فصیح ہے، کھجانا فصیح ہے - اور دکھلانا، سکھلانا، بتلانا، جتلانا بھلانا وغیرہ کے بارے میں کوئی حکم صادر نہیں ہوا؟

گذارہ کہتے ہیں فارسی میں ذال نہیں ہے۔ رے سے اور (با آخر) الف سے لکھا ہے (گزار) معلوم نہیں ہمارے بھولے بھالے دوست کو کس نے بہکا دیا۔ عرض ہے کہ سلیمان حییم نے اس کو ذال سے لکھا ہے اور ہائے مختفی کے ساتھ لکھا ہے الف سے نہیں کلیات صائب تبریزی (شائع کردہ ایران) میں شروع سے آخر تک گذشتن، گذاشتن اور ان کے تمام مشتقات کو ذال سے لکھا ہے۔ صائب کے مخطوطہ کا جو عکس دیا گیا ہے اس میں خود صائب نے پذیرفتن کو ذال سے لکھا ہے تو فرمایئے ہم پر ایسی کیا آفت نازل ہوئی ہے کہ اپنی ٹانگ اڑاتے رہیں۔ اگر ایران کی تقلید ضروری ہے تو صائب کی اور سلیمان حییم کی تقلید کیجیے۔ ایروں غیروں کی تقلید کیوں کرتے ہیں۔

پس یاد رکھیے فارسی کا گذاشتن وغیرہ اور اردو کا گذرنا ذال سے ہی لکھا جائے گا صدیوں کے رائج اور متعارف املا کو بدلنے کی ضرورت نہیں۔

ایران کے ایروگرام کی پشت پر یہ عبارت آج تک چلی آرہی ہے۔

"دریں نامہ ہوائی اگر چیزے گذاشتہ شود بالپست زمینی فرستادہ خواہد شد"۔ (گذاشتہ میں ذال ہے) "مدعی سست گواہ چست" یہ کہاوت کیا آپ کے اوپر صادق نہیں آتی؟

گھاس اہلِ دہلی کے لہجے میں اس میں نون غنہ ہے گھانس غلط ہی صحیح مگر فصیح ہے۔

لالہ کہتے ہیں اس میں ہ نہیں ہے۔ یہ لفظ ہندو بنیوں اور کایستھوں کے نام کے ساتھ بطور اعزاز کے لگایا جاتا ہے جیسے بابوجی، میاں جی وغیرہ۔ مانا کہ ہندی میں الف سے ہے مگر اردو میں صدیوں سے ہ سے لکھا جاتا ہے اس کو بدلنے کی کیا ضرورت پیش آگئی ہے کیا کچھ دشواری پڑھنے میں ہوتی ہے یا لکھنے میں؟ ہم کہتے ہیں فارسی میں لالہ پھول کا نام ہے اور محبوب کو بھی کہتے ہیں وہی لفظ اعزازاً ہندوؤں کے نام کے ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ دشواری اور بھول کا امکان تو اس وقت

ہے جب لالا لاجپت رائے لکھا جائے ممکن ہے کہ جلدی میں ایک "لام الف" غائب ہو جائے۔ پھر تو لاجپت رائے کی نفی ہو جائے گی اور لالا جپت رائے پڑھ لینے کا بھی امکان ہے۔

مسالہ۔ کونسی زبان کا لفظ ہے؟ اس کے آخر میں الف کیوں؟ اور "ہ" کیوں؟ تشریح فرمائیے

متنازع۔ کہتے ہیں آخر میں "ہ" نہیں ہے۔ کس نے کہہ دیا کہ "ہ" نہیں ہے جب یہ لفظ صفت واقع ہوگا مؤنث موصوف کی تو "ہ" ضرور آئے گی۔ امور متنازعہ، طُرق متضادہ وغیرہ۔ اردو ترکیب میں بھی متنازعہ پہلے ہ مختفی ہونا چاہیے جیسے متنازعہ معاملات، مسلمہ نظریات مفروضہ کلیات، متروکہ اشیاء۔

واضح ہو کہ اردو محاورے میں موصوف واحد کی ترکیب میں بھی ہائے مختفی آتی ہے متنازعہ معاملہ، مسلمہ نظریہ، مفروضہ کلیہ، متروکہ زمین۔

مواشی۔ بیشک ماشیہ کی جمع در اصل مواشی ہے لیکن اہل عجم نے امالہ کرکے مویشی بنا لیا تھا۔ اردو میں بھی اسی طرح بیائے مجہول بولتے اور لکھتے ہیں۔ پس بیائے مجہول فصیح ہے اور بالف نامانوس اور غیر فصیح۔ اسی طرح اسی مادہ کا ایک اور لفظ در اصل تماشی ہے۔ اہل عجم نے آخر کی "ی" کو الف مقصورہ بنا کر تماشی بنا لیا۔ اردو میں تماشا بن گیا پس تماشہ (بہائے مختفی) لکھنا غلط ہے۔

منافع۔ بروزن مواقع و مساجد منفعت بروزن مرحمت (بفتح اول و ثالث و رابع) کی جمع ہے نفع کی نہیں۔

ہدیٰ لکھتے ہیں "ہدایت" واحد ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ ہدیٰ اور ہدایت دونوں مصدر ہیں۔ واحد و جمع نہیں۔

عنوان نمبر ۹

ہائے ملفوظی اور ہائے مختفی پر بحث کی گئی ہے۔ اردو ہندی الفاظ کے آخر میں ی

کی تائے تانیث اور فارسی کی ہائے مختفی کی طرح ایک ہائے مختفی لکھنے کا رواج پڑا ہوا ہے بیشک اس میں کچھ حد سے آگے بھی قدم رکھا گیا ہے لیکن اس کو آنکھ بند کر کے ہٹایا بھی نہیں جا سکتا۔ اس فہرست میں ایسے الفاظ بھی دیدیے گئے ہیں جن میں دراصل ہائے مختفی ضروری ہے۔ وہ مندرجہ ذیل ہیں :۔

آرہ۔ دراصل فارسی لفظ ہے آرہ بہ تشدید را۔ الف سے لکھنا خلافِ اصل ہے۔ نیز امتیاز کے لئے اس کو بہائے مختفی لکھنا ضروری ہے کیونکہ آرا رجمع رائے کی ہے۔

برتانیہ۔ اس میں طوئے نہیں کیونکہ طوئے اُردو میں نہیں ہے۔ تو "ت" کیوں؟ ٹ کیوں نہیں؟ اس تبدیلی کی کیا ضرورت؟ "ٹ" تو اُردو میں ہے؟ فرمایئے!

بہانہ۔ فارسی لفظ ہے "خوئے بد را بہانہ بسیار" نیز بانا اور بہانہ میں امتیاز رہنا ضروری ہے۔

پودینہ۔ فارسی لفظ ہے۔ بہائے مختفی صحیح و فصیح ہے۔

پیالہ۔ فارسی ہے۔ اس میں بھی ہائے مختفی صحیح و فصیح ہے۔

چرخہ۔ فارسی میں بہائے مختفی ہے۔ اُردو میں بھی چرخہ ہی چلتا رہنے دیجیے۔

ڈیرہ۔ ڈیرہ غازی خاں۔ ڈیرہ اسماعیل خاں۔ صوبہ سرحد میں دو شہر ہیں۔ وہاں کے باشندے ڈیرہ کو بہائے مختفی لکھتے ہیں۔ یہ لفظ پختون کا معلوم ہوتا ہے تحقیق کر لی جائے ہم کیوں الف سے لکھیں؟ وجہ؟

راجہ۔ بروزن خواجہ۔ بہائے مختفی اچھا معلوم ہوتا ہے۔ اب جدت پیدا کرنے کی ضرورت نہیں۔

سموسہ اصل میں سنبوسہ ہے۔ فارسی لفظ ہے سلیمان حکیم نے نون کے ساتھ لکھا ہے۔ اور تلفظ سمبوسہ بتایا ہے۔ آخر میں ہائے مختفی ہے میم سے سموسہ لکھا جائے تب بھی ہائے مختفی کو الف سے تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں۔

زیب النسا بنت عالمگیر بڑی سخن فہم و نکتہ شناس شاعرہ تھی۔ دیوان مخفی کے نام سے اس کا دیوان مشہور ہے۔ اگرچہ مولانا شبلی نعمانی نے اس سے انکار کیا ہے لیکن عام طور پر یہی مشہور ہے کہ مخفی تخلص شہزادی زیب النسا کا تھا۔

ایک دفعہ شہزادی کے محل میں ایک ادبی محفل تھی۔ کچھ خورد و نوش بھی جاری تھا۔ ایک شاعر نے کہا "سنبوسہ بیسن بدہ" شہزادی نے فوراً جواب دیا۔ "از مطبخ مادر طلب"۔

بیسن کا بنا ہوا سنبوسہ۔ ایہام بے سن کا سنبوسہ۔ اور جواب ایسا ہی ہے جیسا "روکو مت جلنے دو" طلبیدن کے معنی مانگنا۔ در طلبیدن کے معنی مانگ لینا۔ یہ حکایت بھی لفظ سنبوسہ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔

غبارہ۔ غبار عربی لفظ ہے۔ اُردو والوں نے فارسی کی طرح ہائے مختفی بڑھا کر ہلکا پھلکا کے معنی میں اپنا لیا ہے۔

جیسے خاک سے خاکہ۔ ابر سے ابرہ۔ سرد سے سردہ۔ توش سے توشہ۔ گوش سے گوشہ۔ وغیرہ۔ اس کو بہ تشدید با پڑھنا غلط ہے جس طرح گیارہ بارہ تیرہ میں آپ ہائے مختفی کو جائز سمجھتے ہیں اسی طرح یہاں جائز رکھنے میں کیا حرج ہے؟ (عنوان نمبر ۶ میں بھی دیکھو)۔

غُلّا۔ فارسی میں گلولہ اور غُلولہ۔ اسی کا بگڑا ہوا تلفظ غُلّہ ہے۔ اگر ہائے مختفی قائم رہے تو اصل کے لحاظ سے بہتر ہی ہوگا۔

نخرہ۔ عربی میں نخر (بفتح اوّل و سکون ثانی) کے معنی ہیں ناک میں بولنا۔ یہ بھی ناز و جمال کی ایک ادا ہے اور رتلے کے مرۃ یا تائے تانیثہ کے ساتھ بضم اوّل کے معنی ہیں وہ سیٹی کی طرح تیز ہوا کی آواز جو آندھی میں محسوس ہوتی ہے۔ اس کے مجازی معنی

ناک چڑھانا بھی ہیں۔ اُردو میں آپ یوں سمجھیں یا وُوں بہائے مختفی صحیح ہے با الف لکھنے کے کوئی معنی نہیں ۔

منقطع۔ اس لفظ کو طوے کے زبر سے لکھا ہے صحیح بالکسر ہے۔

آپ اور آپ کے ہمنوا کہتے ہیں کہ اُردو ہندی اسمار میں سے ہائے مختفی کو ہٹا کر الف لگایا جائے لیکن ایجاد و اختراع کی اس گھوڑ دوڑ میں ایک گروہ نیا پیدا ہوا ہے، وہ کہتا ہے کہ ہائے مختفی کو اسمار میں سے ہٹا کر افعال میں لگا دیا جائے عملدرآمد شروع ہو گیا ہے۔ ملاحظہ ہو اخبار مشرقی آواز مورخہ ۵ مارچ ۸۵ء صٓ کالم ۵ (پولیس مڈبھیڑ بس) انعام سے نوازہ جارہا ہے" کیا فرماتے ہیں مجددین اُردو اس غریب اُردو کو کس اندھے کنویں میں" گرایہ" جارہا ہے؟ معلوم نہیں یہ کونسے ادارے کی ایجاد ہے۔

عنوان نمبر ۱۲

"الفاظِ ذیل میں ژ (زائے فارسی) ہے۔ زنہیں ہے"۔

ژیاں۔ اس کے معنی لکھے ہیں نقصان۔ فاضل مصنف کو غلط فہمی ہوئی ہے یہ دو لفظ الگ الگ ہیں۔ زیان بزائے معجمہ کے معنی ہیں نقصان و ضرر و خسارہ اور ژیان بژائے فارسی کے معنی ہیں خشم ناک و غضبناک، یہ لفظ زیادہ تر درندوں کی صفت کے طور پر آتا ہے۔

عنوان نمبر ۱۳

"الفاظِ ذیل کو بجائے ذ کے ز سے لکھنا چاہیے"

آزر۔ اہلِ ایران لفظ آذر (ذال سے) کو آگ اور نام ماہ کے معنی میں لکھتے ہیں۔ آذر آباد آذربایجان، آذر بو، آذر پرست، آذر کدہ وغیرہ۔ اور آزر (ز سے) نام والد حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اگر یہ امتیاز ہم بھی رکھیں تو کیا گناہ ہے؟ (نیز دیکھو عنوان ۱)

(لفظ پذیرائی اور عنوان ۱۴ لفظ ذرا)

عنوان نمبر ۱۵

وصیلہ ۔ بے شک وصیلہ کی جمع وصائل ہے ۔ اور وسیلہ کی جمع بھی اسی وزن پر وسائل ہے لیکن اُردو میں صاد کے ساتھ وصیلہ اور وصائل کہاں اور کس معنی میں استعمال ہوا ہے ۔ نشاندہی فرمائیں ۔

عنوان نمبر ۱۶

"الفاظ ذیل کے آخر میں ہمزہ ہے"

بہاء ۔ عربی لفظ ہے ۔ بفتح اول ہے بمعنی حسن و رونق ۔ فارسی میں اس کے معنی ہیں قیمت ۔ بکسر اول غلط ہے ۔

خضراء ، حمراء ، زہراء ۔ بفتح اول و سکون حرف دوم بفتح دوم نہیں ۔

رضا ۔ عربی لفظ ہے ۔ اصل میں بکسر اول اور یا لف مقصورہ ہے "رِضیٰ" اردو میں بفتح اول غلط العام ہے ۔ اور بالف لکھنا مناسب ہے تاکہ رَضِی سے التباس نہ ہو ۔

طُلباء ۔ ورثاء ۔ طالب اور وارث کی جمع طَلَبہ ۔ وَرَثہ بفتحتین ہے ۔ علماء اور حکماء کے وزن پر نہیں آتی ۔ وِرثہ بکسر واؤ و سکون را کے معنی ہیں ترکہ ۔

عَلاءُ ۔ بفتح اول و الف ممدودہ ۔ اور عُلیٰ بضم اول و الف مقصورہ ۔ دونوں صحیح ہیں ۔ معنی رفعت و شرف ۔ عُلُوّ ۔ بفتحتین و واؤ مشدد ۔ بلند ہونا اوپر چڑھنا ۔

عنوان نمبر ۱۷

"ذو معانی الفاظ"

ادا ۔ اس کے معنی ہیں ذمہ داری کو پورا کرنا ۔ فرض کو بجا لانا ۔ (واپس دینا نہیں)

باز ۔ اس کے معنی واپسی و تکرار اور کشادہ کے ہیں ۔ اجتناب نہیں ۔

ثابت ۔ وہ ستارہ جو حرکت نہیں کرتا ۔ ایسے ستاروں کو ثوابت اور چلنے والے ستاروں

کو سیارگان کہتے ہیں۔

حرم۔ عرفِ عام میں ہر ایک معزز و محترم جگہ کو حرم کہتے ہیں جیسے حرم مسجد، حرم خانہ۔

خط۔ اس کے معنی میں لکھا ہے "لکھاوٹ"۔

لکھائی اور لکھت دو حاصل مصدر تو پہلے سے موجود ہیں۔ یہ تیسرا نیا حاصل مصدر "لکھاوٹ" ایجاد ہو کر آیا ہے۔ مبارک ہو۔ اگر مزید اضافہ کیا جائے تو زبان بہت وسیع ہو جائے گی۔ مثلاً لکھاو، لکھاہٹ، لکھائش، لکھاس، لکھن، لیکھ۔ وغیرہ۔

صلائے عام ہے! تمام عالمِ آب و گل کے کارپردازانِ کارگذار و کارفرمایانِ صاحبِ اقتدار و استادانِ ماہرِ دانشور و پیشہ کارانِ چابک دستِ صاحبِ ہنر کے لئے! آؤ! اپنے اپنے کمالات دکھاؤ!

داد۔ اس کے معنی انصاف کرنا، حق ادا کرنا، عطا و بخشش اور ستائش کے معنی میں بطور استعارہ بولتے ہیں۔

دیوان۔ اس کے معنی میں لکھا ہے دربارگاہ۔ یہ نامانوس ترجمہ سمجھ میں نہیں آیا۔

رہا۔ رہیدن کا اسم فاعل سماعی ہے بمعنی آزاد و بری۔ بیشک صحیح بفتح اول ہے لیکن اردو میں اس معنی میں بکسر اول بولا جاتا ہے اور اسی طرح فصیح ہے۔ اردو کا فعل ماضی رہنا سے بالفتح ہے۔

سلاسل سلسلہ کی جمع ہے سلسلہ کے معنی زنجیر اردو میں واحد بھی مذکر ہے اور جمع بھی مذکر ہے۔ یہ لفظ اردو میں زنجیر کے معنی میں استعمال نہیں ہوتا۔ انگریزی میں سیریل اس کا مرادف ہے۔

سواد۔ بفتح اول۔ عربی لفظ ہے۔ معنی ہیں سیاہی۔ آدمی یا آدمی کی شبیہ۔ شہر کے آس پاس کی آبادی، انبوہ کثیر۔ اردو میں سواد کوئی لفظ نہیں۔ ہندی میں بمعنی مزہ ہے۔ مگر اس کا تلفظ علیحدہ ہے۔

صدر۔ اس کے معنی ہیں برتر و ممتاز و نمایاں۔ جگہ ہو یا انسان وغیرہ سینہ کو بھی اسی مناسبت سے کہتے ہیں۔

غُرّا۔ عربی میں غُرَّۃٌ (بضم اول و رائے مشدد) کے معنی ہیں گھوڑے کی پیشانی پر جو تھوڑی سی سفیدی ہو۔ چاند رات۔ چاند کی پہلی تاریخ۔ سردار و پیشوا۔ چہرۂ انسان۔ روشن و منور وغیرہ۔ اس لفظ کے آخر میں تائے مدورہ ہے۔ دوسرا لفظ غَرّاء (بفتح اول و رائے مشدد و الف ممدودہ) صیغہ اسم تفضیل مؤنث جیسے زہرا، حمرا، بیضاء، وغیرہ۔ اس کا صیغہ مذکر اَغَرُّ ہے معنی ہیں سفید پیشانی والا۔ خوبصورت۔ سفید اُجلا۔ روشن۔ شریف پیشوا و سردار وغیرہ۔

وہ غرہ جس کے معنی ہیں قمری مہینے کی پہلی تاریخ، اُردو میں اُسی سے محاورہ بنا۔ "غرہ بتانا" اس کے آخر میں ہائے مختفی ہے، الف نہیں۔ اور غرّا ء جو روشن و تابناک و برتر و حسین کے معنی میں ہے وہ با الف ممدودہ ہے۔ اُردو میں مستعمل نہیں۔ عربی عبارتوں میں یا عربی ترکیب کے ساتھ آتا ہے جیسے ملت بیضا و شریعۃ غرا۔

اُردو محاورہ کیوں کر بنا؟ نادہند یا وعدہ خلاف آدمیوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ ادائگی قرض یا کسی کام کے لئے جھوٹے وعدے کرتے ہیں اور قرض خواہ پر مختلف قسم کی پابندیاں لگاتے ہیں۔ مثلاً پہلی تاریخ کو آنا۔ اگر کسی وجہ سے قرض خواہ غرہ ماہ یعنی پہلی تاریخ کو نہ پہونچ سکے دوسرے دن پہونچے تو کہتے ہیں میں نے تم سے پہلی تاریخ کہی تھی تمھارے لئے رقم رکھی تھی کل تم نہیں آئے وہ خرچ ہوگئی۔ اب تو اگلے مہینے کی پہلی کو آنا یوں ہی ٹالتے ٹال دیتے رہتے ہیں۔ اگر وقت پر پہونچ بھی جائے تو اور کوئی بہانہ گھڑ لیتے ہیں۔ اس سے محاورہ بن گیا غرہ بتانا یعنی ٹالتے رہنا۔ مجازاً ناغہ یا تعطیل کے معنی میں شاذ ہے۔ البتہ فاقہ کے معنی میں اکثر بولا جاتا ہے۔